

کنگ ایڈورڈ میڈ یکل کالج (قطعہ اول)

1860ء میں قائم ہونے والا کنگ ایڈورڈ میڈ یکل کالج کتنی عظیم درسگاہ تھی۔ آج کے مصنوعی دور میں اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ شروع میں اس کا نام لاہور میڈ یکل کالج تھا۔ انارکلی میں موجود ایک عوامی ڈسپنسری کو اس کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ 1871ء میں میوسپتال با قاعدہ، میڈ یکل کالج کے ساتھ منسلک ہوا تھا۔ 1883ء میں تعلیمی بلاک کی تعمیر شروع کی گئی۔ 1911ء میں نام تبدیل کر کے کنگ ایڈورڈ میڈ یکل کالج رکھ دیا گیا۔ اس وقت پورے بر صیر میں صرف اور صرف پانچ میڈ یکل کالج تھے۔ کلکتہ، مدارس، ممبئی، چنائی اور آگرہ میں یہ تمام درسگاہیں معیاری کامیابی کے ساتھ کام کر رہیں تھیں۔

1978ء میں خاکسار کو اس محیر العقول درسگاہ میں داخلہ ملا۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال کی حد درجہ سخت کوش زندگی کے بعد آزادی کی ٹھنڈی لہر کا جھونکا سامحسوس ہوا۔ پرتوڑی دیر میں معلوم ہوا کہ یہاں تو انہائی کٹھن ڈھنی، فکری اور تعلیمی تربیت ہے۔ اناٹومی اور فزیالوجی ابتدائی مضامین تھے۔ اناٹومی کی کتاب 'Grey's Anatomy' میں ان گنت یونانی زبان کے الفاظ موجود تھے۔ جو شروع میں دماغ کے بالائی خانے سے بہت اوپر گزر جاتے تھے۔ اس مضمون کی پروفیسر میڈم تقبیہ عابدی تھیں۔ ہمیشہ ساڑھی میں لمبسوں انہائی سخت مزاج خاتون۔ ان کا خوف بلکہ جاہ و جلال استاز یادہ تھا، کہ اگر وہ نزدیک سے بھی گزر جائیں تو کیجھ مونہہ کو آ جاتا تھا۔ خاموشی چھا جاتی تھی۔ ان کی آواز میں ایک خاص طرح کی گونج تھی۔ عرض کرتا چلوں کہ اناٹومی، انسانی جسم اور ہڈیوں کو جاننے کا علم ہے۔ کون سا muscle کس جگہ سے گزر کر کس ہڈی میں پیوست ہوتا ہے۔ کون سی شریان کس پیچیدہ راستہ پر سفر کرتی ہے۔ انسانی ہڈیوں کی جزئیات کیا ہوتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ انسانی اعضا کیا ہیں۔ یہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ اس خشک مضمون میں شامل تھا۔ اس مضمون کو سختی کے بغیر پڑھانا ناممکن ہے۔ خاکسار اور عامر چوہدری روم میٹ تھے۔ نیو ہائل میں ایک مختصر سے کمرے کے لیکن تھے۔ عامر اور میرا تعلق لائل پور سے ہی تھا۔ عامر رات کو سونے سے پہلے قرآن پاک کی چند آیات پڑھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح تعلیمی مشکلات شائد کم ہو جائیں۔ مگر بہر حال اناٹومی ایک کمر توڑ مضمون تھا جس کے اثرات کا ہر خاص و عام کو بتانا ناممکن ہے۔ حیرانگی کی بات تھی کہ چند طالب علم، اس مضمون میں حد درجہ مشاق تھے۔ جسے احمد رضا، عامر علی شاہ اور اسریں روؤف۔ فاروق علوی تقریباً ہمارے ہی طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ جنہیں اناٹومی کے

علاوه بھی ہر مضمون کافی مشکل نظر آتا تھا۔ خیر میڈم تقیہ جیسی زبردست استاد آج جیسے عامیانہ دور میں ایک قدرتی تحفہ سے کم نہیں تھیں۔ جتنا عبور انہیں اس مضمون پر تھا، سوچ کر ہی حیرت ہوتی ہے۔ کمال تو یہ بھی تھا کہ انسانی جسم کی بے پناہ پیچیدگیوں پر جتنا عبور میڈم تقیہ کا تھا۔ اس کو دیکھ کر انسان ششدر رہ جاتا تھا۔ دراصل اپنے مضمون میں استادوں کی استاد تھیں۔ حد درجہ باوقار خاتون۔ اکثر اوقات دن کا پہلا پریڈ انہیں کا ہوتا تھا۔ یہ صح آٹھ یا ساڑھے سات بجے شروع ہوتا تھا۔ ان کے پیریڈ میں تمام طلباء اور طالبات کو بظاہر حد درجہ مستعد نظر آنا ہوتا تھا۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ پچھلے پیشوں پر چند خلیفے، آنکھیں کھول کر، خراٹوں کے بغیر سونے کی بھرپور پریکلیس کر چکے تھے۔ ان کا نام لکھنا عبث ہے کیونکہ ان میں سے متعدد افراد ادب عملی زندگی میں کامیاب ترین ڈاکٹر ہیں۔ لیکھر کے دوران میڈم تقیہ کی نظر عقاب کی طرح ہر طالب علم کا احاطہ کرتی تھی۔ امتحان کے دوران میڈم تقیہ کا انداز حد درجہ مختلف تھا۔ جتنا وہ لیکھر کے دوران سخت نظر آتی تھیں اس کے بالکل بر عکس امتحان لیتے وقت حد درجہ مشفق ہو جاتی تھیں۔ انہیں طلباء اور طالبات کی مشکلات کا بخوبی اندازہ تھا۔ اگر کوئی سٹوڈنٹ پوری تیاری نہیں کر سکا تھا۔ پھر بھی، میڈم اس کو امتحان میں پاس کرنے کے لئے معاونت ضرور فرماتی تھیں۔ اس طرح کی استاد کا مزید کیا ذکر کروں۔ یہ خاص لوگ تھے۔ خدا کے بنائے ہوئے انتہائی پیش قیمت افراد۔ ہنذا ان کی تعریف کرنے کے لئے بھی لفظوں کا چنانہ بے بس نظر آتا ہے۔ میڈم اب خدا کے حضور پیش ہو چکی ہیں۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

دوسرے مضمون **Psysiology** تھا۔ جس کی پروفیسر کا نام میڈم نصرت وقار تھا۔ حد درجہ شفیق خاتون۔ اپنے مضمون کی ماہر ترین استاد۔ پڑھانے کا انداز حد درجہ علمی تھا۔ انسانی جسم میں ہر عضو کی عملی کارکردگی بتانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مجھے **Psysiology** دلچسپ مضمون محسوس ہوتا تھا۔ میڈم نصرت وقار اپنے نام کی طرح پر وقار تھیں۔ نرم خوض و رو تھیں۔ مگر اپنے طلباء پر حد درجہ علمی سختی کرتی تھیں۔ ویسے یہ عجیب لوگ تھے۔ اگر لیکھر کے دوران آپ کو کوئی بات سمجھ نہیں آئی، تو آپ ان کے پاس جا کر وہ نکتہ بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ کسی بھی استاد کے ماتھے پر کوئی شکن نہیں آتی تھی کہ یہ طالب علم لیکھر کے بعد میرے پاس کیوں آیا ہے۔ میرا وقت کیوں ضائع کر رہا ہے۔ صاحبان! عجیب نایاب لوگ تھے۔ اپنی وضع قطع کے آخری افراد۔ شائد قدرت کے کارخانے میں اس سانچے کا استعمال ہی بند ہو گیا ہے۔ کچھ ماہ قبل میڈم اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ ایک ڈبڑھ برس پہلے، طلباء کے ساتھ ان کی ایک تصویر نظر سے گزری۔ دیکھ کر آنکھیں نم ہو گئیں۔ کہاں سے لا کمر، سہ قیمتی موتوں جسے اساتذہ۔ فرست رو فیشنل کے بعد اف فارما کولوچی اور **Forensic**

Medicine پڑھنے تھے۔ فارماکالوجی، میڈم بلقیس جمال پڑھاتی تھیں۔ فرنزک کے استاد ڈاکٹر نصیب اعوان تھے۔ میڈم بلقیس بڑے ٹھسے دارخاتون تھیں۔ سارہی میں ملبوس، قد آور عورت۔ آواز حد درجہ پاٹ دار تھی۔ رعب اور دبدبہ سے مزین، اس شخصیت کی اپنی بھرپور جگہ تھی۔ فارما ایک خشک مضمون تھا۔ اس میں دوائیوں کے نام، اثرات اور ان کی بنیاد تک تحقیق موجود تھی۔ ویسے میڈیکل کالج میں جس کو فارما اچھی طرح یاد ہو گئی، اس کے اچھے ڈاکٹر بننے کے امکانات کافی بہتر ہو جاتے ہیں۔ میڈم بلقیس حد درجہ محنت کر کے پڑھاتی تھیں۔ ان کے شوہر نشرت میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے۔ میڈم، گرلز ہائل کی وارڈن بھی تھیں۔ ڈسپلن کی حد درجہ پابند اور اپنے احکامات کو منوانے والی انسان۔ ویسے لڑکیوں کے ہائل میں اسی طرز کی وارڈن ہونی چاہیے۔ کیونکہ والدین خدا کے بعد، وارڈن اور ادارے کو اپنی بچیاں سونپ کر جاتے ہیں۔ میڈم جتنی اعلیٰ درجہ کی استاد تھیں، اسی اعلیٰ درجہ کی منتظم بھی تھیں۔ آج تک یاد ہے کہ ان کے سامنے کوئی چوں تک نہیں کر سکتا تھا۔ ایک عرض کرتا چلوں، حد درجہ سخت گیر نظر آنے والے اساتذہ اندر سے ریشم کی طرح نرم تھے۔ ان کی ایک ہی لگن تھی، کہ ان کے سٹوڈنٹ دنیا کے بہترین ڈاکٹر بنیں۔ اور یہ اعزاز ان سے کوئی نہیں چھیں سکتا۔ ان کے لگائے ہوئے پودے، پاکستان تو کیا، امریکہ، کینیڈا، بلکہ دنیا کے ہر ملک میں پاکستان کی عظیم پہچان ہیں۔ جواہsan میڈم بلقیس جمال، میڈم تقیہ اور ان جیسے فرشتوں نے قوم کے بچوں اور بچیوں پر کیا ہے، وہ بذات خود ناقابل فراموش عمل اور قابل ستائش ہے۔

فرنزک میڈسن بنیادی طور پر انسان کے مردہ جسم پر مبنی ہے۔ کسی شخص کی موت کیسے ہوئی، کس وقت ہوئی، کیا اسباب کارگر تھے، اگر زخم ہیں تو ان کی نوعیت کیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ سائنس کی وہ شاخ ہے جو مردہ جسم سے وابسطہ ہے۔ اس کے پڑھانے والے پروفیسر نصیب اعوان تھے۔ یہ عرض کرنا کہ وہ اپنے مضمون کے ماہر ترین شخص تھے۔ ادنی پن ہوگا۔ دراصل پورے ملک میں نصیب اعوان کے پائے کافرنزک ایکسپرٹ کوئی بھی نہیں تھا۔ ان کا کہا ہوا ہر لفظ قانونی طور پر حرف آخر ہوتا تھا۔ ان کے بالوں میں ایک خاص چمک تھی۔ اور آواز میں ایک تحکمانہ پن تھا۔ ان کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ کے ای میں جدید فرنزک ڈیپارٹمنٹ صرف اور صرف انہوں نے قائم کیا تھا۔ اس عمارت میں لیب، ایکس رے، پوسٹ مارٹم رومز اور ہر طرح کی تحقیقی سہولتیں موجود تھیں۔ 1980ء میں اس طرح کی جدید فرنزک لیب اور شعبہ پورے پاکستان میں کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ سخت گیر انسان تھے اور اپنے مضمون پر حاوی تھے۔ ایک بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ بوسٹ مارٹم کے لئے انسانی جسم کو سر جن کی طرح کھولنا اڑتا ہے۔ جسے ہی انسانی جسم کھلتا ہے۔ اتنی

ناگوار بدبو آتی ہے، کئی طلباء تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ یہ قدرت کا کمال ہے کہ اس نے انسان کی اندر ورنی بدبو کو قدرتی طور پر جسم میں چھپا دیا ہے۔ یہ خدا کا وہ عظیم احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا از حد ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی انسان، دوسرے انسان کے ساتھ بیٹھنہیں سکتا تھا۔ بہر حال میدیم تقیہ، میدیم نصرت و فرار ڈاکٹر بلقیس اور نصیب اعوان جیسے اساتذہ حدد درجہ قابل عزت تو ہیں ہی، مگر قبل تقلید بھی ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ تجربہ کار بڑھنی تھے جو نوجوان طلباء اور طالبات کو تراش خراش کر کے حدد درجہ مستند ڈاکٹر بنادیتے تھے۔ اب اس کے آگے کیا لکھوں، بلکہ کیونکر لکھوں۔ (جاری ہے۔)